''نہج البلاغہ کی عصری معنویت''

از: پروفیسر الحاج سید مجاور حسین رضوی

علماء کہتے ہیں کہ اس کا کلام تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر اور خالق کے کلام کے نیچے ہے۔
فقہاء لکھتے ہیں کہ نازک مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو سیرت علیؑ اس کا جواب دیدیتی ہے۔
مورخ بیان کرتا ہے کہ آج تک تاریخ نے کسی ایسی شخصیت کو جنم نہیں دیا جس میں بہ یک وقت متضاد صفات ہوں یعنی شجاعت کے ساتھ صبر، سخاوت کے ساتھ فقر، تقریر کے ساتھ شمشیر اور عبادت کے ساتھ خوش مزاجی۔

دور حاضر کے دانشور اس بات پر حیران ہیں کہ ہم نے تو علیؑ کو نہیں دیکھا لیکن جو کلام علیؑ سے منسوب ہے اسے چودہ سو برس پرانا کیوں کہا جاتا ہے۔ اسے پڑھئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے معاصر دور کا ایک ایماندار مگر بہترین منتظم اعلیٰ جلیل القدر ماہر سیاست داں، معاشیات کا ماہر، عدلیہ یا (Judiciary) کا نباض اور ان سب سے بالاتر ایک عظیم عالم نفسیات ہے جو آج کے لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا انہیں ایک صحت مند معاشرے کی تشکیل کے آداب سکھا رہا ہے۔ ہر لفظ کے معانی ان کے حدود کے تعین کے ساتھ سمجھا رہا ہے۔ یہیں سے وہ کائنات کا عظیم ترین انسان بن جاتا ہے۔

کسی خطیب نے آپ کے اقوال وارشادات، ملفوظات، خطبات ومکتوبات کے پیش نظر کیا خوب بات کہی تھی کہ فلاں اگر سجدہ نہ کرتا تو کافر قرار دیا جاتا۔ علیؑ اگر سجدہ نہ کرتے تو لوگ انہیں خدا کہتے۔ سچ یہ ہے کہ آپ کی ذات ستودہ صفات ایک انسان کامل کا تصور پیش کرتی ہے اردو کا طالب علم جب اقبالؔ کا یہ شعر پڑھتا ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب وکار آفریں کارکشا کارساز

تو اس کی سمجھ میں آجاتا ہے کہ علیؑ کو ''ید اللہ'' کیوں کہا جاتا ہے اور عقائد کی دنیا میں بھی اور تعقل پسندی اور ایماندارانہ شعور کے ساتھ غور کرنے پر یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ علیؑ کی جتنی بھی صفات بیان کی جائیں اور جتنی بھی مدح کی جائے الفاظ کی کمی کا شدید احساس ہوتا ہے البتہ میر تقی

میرؔ جیسا شاعر ہوتو وہ کہہ سکتا ہے۔

ہم علیؑ کو خدا نہیں جانا = پر خدا سے جدا نہیں جانا

آج اگر آتش فشاں کے دہانے پر کھڑی ہوئی ظلمتوں میں گمراہیوں کے اندھیروں میں تاریکیوں میں گھری ہوئی دنیا کو نجات مل سکتی ہے تو علیؑ کے ارشادات منارۂ نور کی طرح اپنا رہنما بنا کر دنیا نجات حاصل کرسکتی ہے۔

یوں تو نہج البلاغہ کے شارحین مترجمین، جامعین کی ایک طویل فہرست ہے لیکن راقم الحروف اپنی کم علمی کی وجہ سے صرف تین نسخے دیکھ سکا ہے۔ (۱) مفتی جعفر حسین صاحب کا ترجمہ (۲) سید رئیس احمد جعفری اور عبد الرزاق ملیح آبادی کا ترجمہ (۳) علامہ سید ذیشان حیدر جوادی کا ترجمہ۔ سردست عنوان کے سلسلے میں علامہ سید ذیشان حیدر مرحوم کے ترجمے سے استفادہ کیا گیا ہے۔

سب سے پہلا سوال، استناد نہج البلاغہ کا سامنے آتا ہے۔ اس سلسلے میں اردو کے کلاہ افتخار کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ مشہور ماہر غالبیات اور اردو تحقیق کے بنیادی ستون امتیاز علی خاں عرشی رامپوری مرحوم نے اپنے گراں قدر مضمون ''نہج البلاغہ کا استناد'' میں ۶۷ دلائل دئے ہیں ۲۹ خطوط کے ماخذ اور حکم وامثال کے ۵۱ ماخذ اور جامعین خطب کی ۲۲ مثالیں دیں ہیں۔ جس کے بعد یہ سوچنے کی بھی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ نہج البلاغہ کا استناد کسی طرح کے شک وشبہ کا شکار ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا ذیشان حیدر نے بھی دور حاضر کے سائنٹیفک مزاج کے مطابق ایک چارٹ تیار کیا ہے۔ جس میں ۶۱ حوالے ہیں۔ جن کے بعد کسی بھی علمی موشگافی کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔ چارٹ درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	کتاب	مؤلف	وفات	کیفیت
۱	کتاب اثبات الوصیہ	مسعودی	۳۰۲ھ	۵۰ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۲	الاخبار الطّوال	ابوحنفیہ دینوری	۲۹۰ھ	۶۹سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳	الاشتقاق	ابن درید	۳۲۱ھ	۳۸ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴	اعجاز القرآن	باقلانی	۳۷۲ھ	۲۸ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۵	کمال الدین	صدوقؒ	۳۸۱ھ	۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۶	اغانی	ابوالفرح اصفہانی	۳۵۶ھ	۳ سال قبل ولادت سید رضی

۷	امالی	زجاجی	۳۲۹ھ	۲۰ سال قبل ولادت سید رضی
۸	الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ	۲۷۶ھ	۵۳ سال قبل ولادت سید رضی
۹	الامتاع والموانسہ	ابوحیان توحیدی	۳۸۰ھ	۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۱۰	انساب الاشراف	بلاذری	۲۷۹ھ	۸۰سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۱۱	الاوائل	ابو ہلال العسکری	۳۹۵ھ	۵ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۱۲	البخلاء	ابوعثمان الجاحظ	۲۵۵ھ	۱۰۴ سال قبل ولادت سید رضی
۱۳	البدیع	ابن المعتز	۲۹۶ھ	۸۳ سال قبل ولادت سید رضی
۱۴	بصائر الدرجات	الصفاء	۲۹۰ھ	۶۵ سال قبل ولادت سید رضی
۱۵	البلدان	ابن الفقیہ	۲۰۰ھ	۵۹ سال قبل ولادت سید رضی
۱۶	البیان والتبیین	الجاحظ	۲۵۵ھ	۱۱۴ سال قبل ولادت سید رضی
۱۷	التاریخ	یعقوبی	۲۸۴ھ	۷۵ سال قبل ولادت سید رضی
۱۸	تحف العقول	ابن شعبہ حرانی	۳۸۰ھ	۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۱۹	البصائر والذخائر	ابوحیان توحیدی	۳۸۰ھ	۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۲۰	تفسیر	العیاشیؒ	۳۰۰ھ	۵۹ سال قبل ولادت سید رضی
۲۱	توحید	صدوقؒ	۳۸۱ھ	۱۹ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۲۲	ثواب الاعمال	صدوقؒ	۳۸۱ھ	۱۹ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۲۳	الجمل	مدائنی	۲۲۵ھ	۱۳۴ سال قبل ولادت سید رضی
۲۴	الجمل	واقدی	۲۰۷ھ	۱۵۲ سال قبل ولادت سید رضی
۲۵	جمہرۃ الانساب	الکلبی	۲۰۴ھ	۱۵۵ سال قبل ولادت سید رضی
۲۶	۲۶جمہرۃ الامثال	ابو ہلال عسکری	۳۹۵ھ	۵ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۲۷	خصائص	نسائی	۳۰۳ھ	۵۶ سال قبل ولادت سید رضی
۲۸	الخطب المعربات	ابراہیم بن ہلال ثقفی	۲۸۳ھ	۷۶ سال قبل ولادت سید رضی
۲۹	خطب امیر المومنین	زید بن وہب جہنی	۹۶ھ	۲۶۳ سال قبل ولادت سید رضی
۳۰	**خطبۃ الزہراء لامیر المومنین**	**ابی مخنف بن سلیم ازدی**	۱۵۷ھ	۲۰۲ سال قبل ولادت سید رضی
۳۱	خطب امیر المومنین	واقدی	۲۰۷ھ	۱۵۲ سال قبل ولادت سید رضی

۳۲	خطب علی	نصر بن مزاحم	۲۰۲ھ	۱۵۲ سال قبل ولادت سید رضی
۳۳	خطب علی کرم اللہ وجہ	ابو منذر بن الکلبی	۲۰۵ھ	۱۵۴ سال قبل ولادت سید رضی
۳۴	خطب علی وکتبہ الیٰ عمالہ	المدائنی	۲۲۵ھ	۱۳۴سال قبل ولادت سید رضی
۳۵	خطب امیر المومنین	ابن الخالد الخراز الکوفی	۳۱۰ھ	۴۹سال قبل ولادت سید رضی
۳۶	خطب امیر المومنین	القاضی نعمان المصری	۳۶۳ھ	۴سال قبل ولادت سید رضی
۳۷	دعائم الاسلام	القاضی نعمان المصری	۳۶۳ھ	۴سال قبل ولادت سید رضی
۳۸	دلائل الامامۃ	الطبری	۳۱۰ھ	۴۹ سال قبل ولادت سید رضی
۳۹	روضۃ الکافی	الکلینی	۳۲۵ھ	۳۴ سال قبل ولادت سید رضی
۴۰	الزواجر المواعظ	ابن سعید العسکری	۳۸۲ھ	۱۸ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۴۱	کتاب صفین	الجلودی	۳۳۲ھ	۲۷ سال قبل ولادت سید رضی
۴۲	کتاب صفین	ابراہیم بن الحسین المحدث	۲۸۱ھ	۷۸ سال قبل ولادت سید رضی
۴۳	کتاب صفین	نصر بن مزاحم	۲۰۲ھ	۱۵۷ سال قبل ولادت سید رضی
۴۴	الطبقات الکبریٰ	ابن سعد	۲۳۰ھ	۱۲۹ سال قبل ولادت سید رضی
۴۵	العقد الفرید	ابن عبدربہ	۳۲۸ھ	۳۱ سال قبل ولادت سید رضی
۴۶	غریب الحدیث	ابن قتیبہ	۲۲۳ھ	۱۳۶ سال قبل ولادت سید رضی
۴۷	غریب الحدیث	ابن قتیبہ	۲۷۶ھ	۸۳ سال قبل ولادت سید رضی
۴۸	الفاضل	المبرد	۲۸۵ھ	۱۰۱ سال قبل ولادت سید رضی
۴۹	الفتوح	ابن اعثم	۳۱۴ھ	۴۵ سال قبل ولادت سید رضی
۵۰	فتوح البلدان	بلاذری	۲۷۹ھ	۸۰ سال قبل ولادت سید رضی
۵۱	الفرج بعد الشدۃ	التنوخی	۳۸۴ھ	۱۶ سال قبل ولادت سید رضی
۵۲	قوۃ القلوب	ابو طالب المکی	۳۸۶ھ	۱۴ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۵۳	الکامل	الازدی البصری	۲۸۵ھ	۷۴ سال قبل ولادت سید رضی
۵۴	المجالس	الثعلب	۲۹۱ھ	۶۸ سال قبل ولادت سید رضی
۵۵	المحاسن	البرقی	۲۷۴ھ	۸۵ سال قبل ولادت سید رضی

۵۶	المحاسن والاضداد	الجاحظ	۲۵۵ھ	۱۰۴ سال قبل ولادت سیدرضی
۵۷	الموفقیات	الزبیر بن بکار	۲۵۶ھ	۱۰۳ سال قبل ولادت سیدرضی
۵۸	الموفق	المرزبانی	۳۷۷ھ	۲۳ سال قبل ولادت سیدرضی
۵۹	نقص العثمانیہ	ابو جعفر محمد بن عبد اللہ المعتزلی	۲۴۰ھ	۱۱۹ سال قبل ولادت سیدرضی
۶۰	الوزراء الکتاب	الجھشیاری	۳۳۱ھ	۲۸ سال قبل ولادت سیدرضی
۶۱	الولاۃ والقضاۃ	الکندی	۳۵۰ھ	۹ سال قبل ولادت سیدرضی

ان دلائل وبراہین کے پیش نظر جب یہ بات حتمی طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ یہ امیرالمومنینؑ کا کلام ہے تو یہ سوچنا پڑتا ہے کہ چودہ سو برس قبل کوفہ کے نواح میں ایک شخص دنیا کو وہ تصورات دے رہا ہے جو آج کے دور میں بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنے اس دور میں تھے بلکہ اس سے پہلے لوگ تو بہت سارے گوشوں کو سمجھ بھی نہیں سکتے تھے جو دور حاضر میں زیادہ معنویت رکھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ راقم الحروف کو نہ تو ابن ابی الحدید کے زوراستدلال کا ایک شمہ میسر ہے نہ سید شریف رضی کے علم کی پرچھائیں مجھ پر پڑی ہے، نہ علامہ سعد الدین تفتازانی یا ابن عبد ربہ یا ڈاکٹر علی شریعتی جیسے حضرات کی دانش وآگہی وبصیرت کا ایک ذرہ بھی مجھے میسر ہے۔

لیکن ایک شرف وافتخار میرا ہے اور وہ یہ کہ میں خود کو امیرالمومنینؑ کے غلاموں کا ایک غلام سمجھتا ہوں اور یہی سمجھ یا فکر میرے جذبہ عقیدت کو مہمیز کرتی ہے کہ علیؑ کے ایک ماننے والے کی حیثیت سے بنیادی بصیرت اور نجات آخرت کے لئے کچھ لکھوں چنانچہ نہج البلاغہ کے بارے میں تفصیل سے لکھنا تو ناممکن ہے صرف ایک فرمان کے کچھ نکات کو دور حاضر کے حالات کی روشنی میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے۔

نہج البلاغہ میں مالک اشترؒ کے نام جو فرمان ہے اور جو ذیشان صاحب کے ترجمہ میں مکتوب نمبر ۵۳ ہے اس کے کچھ نکات کو دور حاضر کی روشنی میں پیش کرنے کی جرأت کی جارہی ہے۔

اس مکتوب میں جن گوشوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے ان کے صرف کچھ حصے پیش کئے جارہے ہیں جس میں سب سے اہم نکتہ شعبۂ سیاست سے متعلق ہے۔ اس میں آپ نے سیاست کے اصول، مسلمانوں کے حاکم کے لئے قوانین واصول زندگی، اسلامی مملکت کے دستور کی ستائش،

مسلمانوں اور غیر مسلموں سے رویہ اور برتاؤ اور اس کے حدود، احکام نظام حکومت میں محکمہ جات کی تقسیم، عدلیہ، تجارت، اطلاعات، حکام (بیورو کریسی) فوج (ڈیفینس)) طبقاتی تعلقات کی نوعیت، حکومت کا مالیاتی نظام، رقوم کی وصولی اور سب سے بڑھ کر اس کی منصفانہ تقسیم پہ روشنی ڈالی ہے۔

یہ ہیں وہ چند نکات جو اس فرمان میں ہیں ان میں سے بھی صرف دو یا تین گوشے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اس فرمان میں حضرت نے واضح الفاظ میں تاریخ سے سبق لینے کا حکم دیا ہے۔ یہ حق ہے کہ تاریخ واقعات کا قبرستان نہیں ہوتی بلکہ اس لئے ہوتی ہے کہ جو حکومتیں گذر چکی ہے ان کے طرز عمل کو پرکھا جائے۔ ان کی خرابیوں سے گریز کیا جائے اور ان کی خوبیوں کو اختیار کیا جائے۔

ذیشان صاحب نے ترجمہ میں اس کا لحاظ رکھا ہے کہ بات گنجلک نہ ہو بلکہ واضح ہو چنانچہ حضرت علیؑ کا ارشاد ہوتا ہے۔

''مخلوقات خدا کی دو قسمیں ہیں بعض تمہارے دینی بھائی ہیں اور بعض خلقت میں تمہارے جیسے بشر ہیں جن سے لغزشیں بھی ہوجاتی ہیں اور انہیں خطاؤں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اور جان بوجھ کر یا دھوکے سے ان سے غلطیاں بھی ہوجاتی ہے لہٰذا انہیں ویسے ہی معاف کردینا جس طرح تم چاہتے ہو کہ پروردگار تمہاری غلطیوں سے درگذر کرے''

اس ارشاد کی روشنی میں سیکولزم کا وہ سچا تصور سامنے آتا ہے جسکی بنیاد لامذہبیت پر نہیں بلکہ سماجی انصاف کے اصولوں پر ہے۔ حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا کے تمام افراد کے ساتھ یکساں سلوک کرے۔ سیکولر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مذہب چھوڑ دیا جائے بلکہ اس کا مطلب دوسروں کے جذبات کا احترام ہے جس کی تقلین امیرالمومنینؑ نے کی ہے اور جس کے سلسلے میں علامہ ذیشان حیدر جوادی نے تشریح کی ہے اور حاشیہ میں لکھتے ہیں:

یہ اسلامی نظام کا امتیازی نکتہ ہے کہ اس نظام میں مذہبی تعصب سے کام نہیں لیا جاتا ہے بلکہ ہر شخص کو برابر کے حقوق دئے جاتے ہیں۔ مسلمان کا احترام اس کے مسلمان ہونے کی بناپر ہوتا ہے اور غیر مسلم کے بارے میں انسانی حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے اور ان حقوق میں بنیادی نکتہ یہ ہے کہ حاکم ہر غلطی کا مواخذہ نہ کرے بلکہ انہیں انسان سمجھ کر ان کی غلطیوں کو برداشت کرے اور ان کی خطاؤں سے درگذر کرے اور یہ خیال رکھے کہ مذہب کا ایک مستقل نظام ہے۔'' رحم کروتا کہ تم پر رحم

کیا جائے'' اگر انسان اپنے سے کمزور افراد پر رحم نہیں کرتا تو اسے جبار سموات وارض سے توقع نہیں کرنی چاہیئے۔ قدرت کا اٹل قانون ہے کہ تم اپنے سے کمزور پر رحم کروتا کہ پروردگار تم پر رحم کرے اور تمہاری خطاؤں کو معاف کردے جس پر تمہاری عاقبت اور بخششیں کا دارومدار ہے۔[1]

ارشاد ہوتا ہے۔

''خبردار ! اللہ کی عظمت سے مقابل نہ ہونا اور اس کے جبروت سے تشابہ کی کوشش نہ کرنا کہ وہ ہر جبار کو ذلیل کردیتا ہے اور ہر مغرور کو پست بنادیتا ہے۔''

اس ارشاد گرامی پر آج کے دور کا انسان جب غور کرتا ہے تو اسے یہ خیال آتا ہے کہ ابھی برٹش سامراج کا یہ حال تھا کہ اس کے اقتدار کا سورج کبھی نہیں ڈوبتا تھا آج اس کی حکومت کمپیوٹر کا ماؤس نہیں بلکہ انگریزی کا لفظ ماؤس بمعنی چوہا ہوکر رہ گئی ہے۔ دنیا نے کچھ دن پہلے ہٹلر اور مسولینی کا انجام بھی دیکھا ہے اور عظیم الشان انقلاب کے بانیان اور اسٹالن کی لاشوں کا سفر بھی دیکھا ہے۔ ابھی شاید کچھ زمانہ گذرا ہے کہ صدام حسین کی بت شکنی بھی ہوئی ہے اور اسے پھانسی کے پھندے کو گلے لگانا پڑا ہے تیونیشا میں اقتدار پھسل گیا اور حسنی مبارک کو راہ فرار اختیار کرنی پڑی ہے اور ابھی نہ جانے کتنے ملکوں کے ''جبارین'' کے ایوانوں میں لرزہ ہے اور تخت شاہی متزلزل۔ ہے کچھ ہیں جو اکڑ رہے ہیں کہ ہمارے اوپر کون ہے جو انگلی اٹھانے والا ہے لیکن امیر المومنینؑ نے کلیہ بیان کردیا ہے کہ جبارین کا انجام ایک ہے اور وہ تاریخ نمرود فرعون سے گذرتی ہوئی دور امیر المومنینؑ کے بعد یزید، عباسی سلاطین سے ہوتی ہوئی دور حاضر تک آئی ہے یہ بلیغ فقرہ عروج وزوال کی مکمل تاریخ ہے۔ آج کسی جابر کو اسے فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ

دریائے آب ورنگ کا ڈیرا قریب ہے
تارے لرز رہے ہیں سویرا قریب ہے۔

آج کا دور جمہوریت کا نعرہ بلند کرتا ہے کہ کونسا ملک ایسا ہے جہاں عوام کی دہائی نہیں دی جاتی ''عام آدمی'' کی سب بات کرتے ہیں ہر جگہ نظام جمہوری کا نعرہ لگایا جاتا ہے اگر عوام کی فلاح کے لئے کچھ اقدامات کئے جاتے ہیں تو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ POPULIST ہے لیکن امیر المومنینؑ نے کلیہ بیان کردیا۔ ارشاد فرماتے ہیں:

''تمہارے لئے پسندیدہ کام وہ ہونا چاہیئے جو حق کے اعتبار سے بہترین، انصاف کے

اعتبار سے سب کو شامل اور رعایا کی مرضی سے اکثریت کے لئے پسندیدہ ہو کہ عام افراد کی ناراضگی خواص کی رضا مندی کو بھی بے اثر بنا دیتی ہے اور خاص لوگوں کی ناراضگی عام افراد کی رضامندی کے ساتھ قابل معافی ہوجاتی ہے''

ذیشان صاحب نے اس پر جو حاشیہ لکھا ہے وہ ملاحظہ ہو:

دنیا کے ہر سماج میں دو طرح کے افراد پائے جاتے ہیں خواص اور عوام۔ خواص وہ ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی بنیاد پر اپنے لئے امتیازات کے قائل ہوتے ہیں اور ان کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ انہیں قانون میں زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل ہوں اور ہر موقع پر ان کی حیثیت کو پیش نظر رکھا جائے اگر چہ مصائب اور آفات کے موقع پر ان کا کوئی مصرف نہیں ہوتا ہے اور نہ یہ کسی میدان حیات میں نظر آتے ہیں اس کے برخلاف عوام الناس ہر مصیبت میں سینہ سپر رہتے ہیں۔ ہر خدمت کے لئے آمادہ رہتے ہیں اور کم سے کم حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں۔

مولائے کائنات نے اسی نکتہ کی طرف متوجہ کیا ہے کہ حاکم کا فرض ہے کہ عوام الناس کے مفادات کا تحفظ کرے اور انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرے کہ یہی دین کا ستون اور اس کی قوت ہیں اور انہیں سے اسلام کی طاقت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد خواص ناراض بھی ہوگئے تو ان کی ناراضگی کا کوئی اثر نہیں ہوگا اور امت کے کام چلتے رہیں گے لیکن اس کے برخلاف اگر عوام الناس ہاتھ سے نکل گئے اور وہ بغاوت پر آمادہ ہوگئے تو پھر اس طوفان کا کوئی علاج نہیں ہوسکتا ہے اور سیلاب بڑے بڑے تخت وتاج کو اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے۔[۲]

آج کی دنیا نے vested Interest یا مفاد پرست طبقہ کی اصطلاح وضع کی ہے مگر سچ پوچھئے تو دور حاضر میں خواص میں اجارہ دار، سرمایہ دار کھلے بازا اور زیادہ سے زیادہ لوٹ کھسوٹ کرنے والے لوگ ہیں جن کی طرف ایک لفظ سے امیر المومنینؑ نے اشارہ کردیا ہے وہ اس نفسیاتی نکتہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ افلاطون کی مثالی ریاست رہی ہو یا میکاولی اور کوٹلیہ کا تصور اقتدار۔ بہرحال سماج میں دو طبقے ہوتے ہیں ایک وہ جو Haves کا ہوتا ہے اور ایک Have nots کا ہوتا ہے انہیں چاہے نادار کہہ لیجئے چاہے طبقاتی نظام کی اصطلاح استعمال کرکے بورژوائی اور پرولتاریہ کہہ لیجئے۔ طبقہ دو ہی ہوتے ہیں۔ اور امیر المومنینؑ نے اپنے ارشاد میں اسی طرف توجہ دلائی ہے کہ حقیقی جمہوریت وہی ہے جہاں عوام کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہو اور ان کی آنکھوں میں

حکومت کے لئے رضامندی۔

اس سلسلے میں ذیشان صاحب کا حاشیہ درج کیا جاچکا ہے جنہوں نے بڑے مستحکم انداز میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

''اور دیکھو تمہارے وزراء میں سب سے زیادہ بدتر وہ ہے جو تم سے پہلے اشرار کا وزیر رہ چکا ہو اور ان کے گناہوں میں شریک رہ چکا ہو۔ لہٰذا خبردار ایسے افراد کو اپنے خواص میں شامل نہ کرنا کہ یہ ظالموں کے مددگار اور خیانت کاروں کے بھائی بند ہیں اور تمہیں ان کے بدلے بہترین افراد مل سکتے ہیں جن کے پاس انہیں کے جیسی عقل اور کارکردگی ہو اور ان کے جیسے گناہوں کے بوجھ اور خطاؤں کے انبار نہ ہوں۔ انہوں نے کسی بھی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد نہ کی ہو اور نہ کسی گناہگار کا اس کے گناہ میں ساتھ دیا ہو یہ وہ لوگ ہیں جن کا بوجھ تمہارے لئے ہلکا ہوگا اور یہ تمہارے بہترین مددگار ہوں گے اور تمہاری طرف محبت کا جھکاؤ بھی رکھتے ہوں گے اور اغیار سے انس والفت بھی نہ رکھتے ہوں گے انہیں کو اپنے مخصوص اجتماعات میں اپنا مصاحب قرار دینا اور پھر ان میں بھی سب سے زیادہ حیثیت اسے دینا جو حق کے حرف تلخ کو کہنے کی زیادہ ہمت رکھتا ہو اور تمہارے کسی ایسے عمل میں تمہارا ساتھ نہ دے جسے پروردگار اپنے اولیاء کے لئے ناپسند کرتا ہو چاہے وہ تمہاری خواہشات سے کتنی زیادہ میل کیوں نہ کھاتی ہوں۔'' ۳۹

اس طرح آپ نے یہ واضح کردیا کہ وہ افراد جو ذاتی مفادات کے لئے وفاداریاں بدلتے ہیں انحراف کرتے ہیں۔ عام زبان میں دل بدلو کہلاتے ہیں ان سے محتاط اور ہوشیار رہنا چاہئے۔ یہ وہ مال ہوتا ہے جو کسی بھی وقت خریدا جاسکتا ہے اور اشعث بن قیس کی طرح وفاداریاں بدل سکتا ہے وزیر وہ ہو جسے دولت یقین حاصل ہو، جو تشکیک کا شکار نہ ہو بلکہ جس کے پاس عزم وثبات واستقلال ہو اور جو مالک اشتر، عمار یاسر اور ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص اور حضرت محمد ابن ابی بکر کی طرح پہاڑ کے چٹانوں جیسی وفاداری کا تصور رکھتا ہو۔

دور حاضر کے لئے یہ بہت بڑا اثاثہ اور سرمایہ ہے جو امیر المومنینؑ کے ارشاد میں ہے۔ اور اسی روشنی میں عوام کو بھی اپنے نمائندوں کا انتخاب کرنا چاہئے۔ اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ایسے لوگ نہ ہوں جو کرسیوں میں گوندلگا کے اقتدار کی خاطر چپک جائیں۔

وزراء یعنی منتظمہ یاعاملہ کے لئے امیر المومنینؑ کے ان ارشادات کو پیش کرنے کے بعد ایک پہلو اور پیش کرنا ہے اور وہ عدلیہ سے متعلق ہے۔

کسی ملک میں اگر ایسا نظام درکار ہے جہاں ہر بے راہ روی پر لگام کسی جاسکتی ہے اور مطلق العنایت یعنی ڈکٹیٹر شپ اور بدعنوانی کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے تو اس کے لئے ایک ایماندار اور کارگر عدلیہ ضروری ہے۔ عدلیہ کے افراد کا انتخاب اور ان کے صفات کیسے ہوں اس پر روشنی ڈالتے ہوئے امیر المومنینؑ کا ارشاد ہوتا ہے:

''اس کے بعد لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے ان افراد کا انتخاب کرنا جو رعایا میں تمہارے نزدیک سب سے زیادہ بہتر ہوں۔ اس اعتبار سے کہ نہ معاملات میں تنگی کا شکار ہوتے ہیں اور نہ جھگڑا کرنے والوں پر غصہ ہوتے ہیں۔ نہ غلطی پر اڑ جاتے ہوں اور حق کے واضح ہوجانے کے بعد اس کی طرف پلٹ کر آنے میں تکلف کرتے ہوں اور نہ ان کا نفس لالچ کی طرف جھکتا ہو اور نہ معاملات کی تحقیق میں ادنی فہم پر اکتفا کرکے مکمل تحقیق نہ کرتے ہوں۔ شبہات میں توقف کرنے والے ہوں اور دلیلوں کو سب سے زیادہ اختیار کرنے والے ہوں۔ فریقین کی بحثوں سے اکتا نہ جاتے ہوں اور معاملات کی چھان بین میں پوری قوت برداشت کا مظاہرہ کرتے ہوں اور حکم کے واضح ہوجانے کے بعد نہایت وضاحت سے فیصلہ کردیتے ہوں۔ نہ کسی کی تعریف سے مغرور ہوتے ہوں اور نہ کسی کے ابھارنے پر اونچے ہوجاتے ہوں۔ ایسے افراد یقیناً کم ہیں لیکن ہیں۔

پھر اس کے بعد تم خود بھی ان کے فیصلوں کی نگرانی کرتے رہنا اور ان کے عطایا میں اتنی وسعت پیدا کردینا کہ ان کی ضرورت ختم ہوجائے۔''

اس مقام پر قاضیوں کے حسب ذیل صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے:

(۱) خود حاکم کی نگاہ میں قضاوت کرنے کے قابل ہو (۲) تمام رعایا سے افضلیت کی بنیاد پر منتخب کیا گیا ہو (۳) مسائل میں الجھ نہ جاتا ہو بلکہ صاحب نظر واستنباط ہو (۴) فریقین کے جھگڑوں پر غصہ نہ کرتا ہو (۵) غلطی ہوجائے تو اس پر اکڑتا اور اڑتا نہ ہو (۶) لالچی نہ ہو (۷) معاملات کی مکمل تحقیق کرتا ہو اور کاہلی کا شکار نہ ہو (۸) شبہات کے موقع پر جلد بازی سے کام نہ لیتا ہو بلکہ دیگر مقررہ قوانین کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہو (۹) دلائل کو قبول کرنے والا (۱۰) فریقین کی طرف مراجعہ کرنے سے اکتاتا نہ ہو بلکہ پوری بحث سننے کی صلاحیت رکھتا ہو (۱۱) تحقیقات میں بے پناہ قوت صبر وتحمل کا مالک

ہو(۱۴) لوگوں کے ابھارنے سے کسی کی طرف جھکاؤ نہ پیدا کرتا ہو۔

ایسے نہ جانے کتنے امور ہیں جو دور حاضر کے لئے اور دور حاضر کے لئے ہی کیوں بلکہ ہر دور کے لئے معنویت رکھتے ہیں اس سلسلے میں مولانا ذیشان حیدر کا مفید حاشیہ درج کیا جاچکا ہے۔

اب تک جتنے مسائل کی طرف متوجہ کیا گیا ان سب کا تعلق سیاست سے تھا دور حاضر میں ایک عجیب وغریب بیماری نے وبائی ہیجان کی شکل اختیار کرلی ہے یہ بیماری تجد دپسندی کے نام پر ہر پرانے رواج کو دقیانوسیت یا بدعت کی سند دینے کی قائل ہے۔ امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں:

''دیکھو کسی ایسی سنت کو مت توڑنا جس پر امت کے بزرگوں نے عمل کیا ہے اسی کے ذریعہ سماج میں الفت قائم ہوتی ہے اور رعایا کے حالات کی اصلاح ہوتی ہے اور کسی ایسی سنت کو رائج نہ کردینا جو گذشتہ سنتوں کے حق میں نقصاندہ ہو۔''

ذیشان صاحب نے اس کے حاشیے میں لکھا ہے کہ اس سنت سے مراد وہ اجتماعی طریقے ہیں جو ہر سماج میں پائے جاتے ہیں اور جن کے ذریعے سماج کے نظام کی اصلاح کی جاتی ہے اس کا سنت پیغمبرؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ اس میں مضر اور مفید کی تقسیم کا کوئی امکان ہے۔

یہ پہلو دور حاضر میں جو مباح تقریبات ہوتی ہیں یعنی نذر ونیاز میں لوگ ایک دوسرے کے گھر جاتے ہیں اور جس سے باہمی میل جول اخوت اور ربط خاص پیدا ہوتا ہے اتحاد بین المسلمین کو فروغ ہوتا ہے۔ کچھ لوگ اپنے ذاتی بخل کی وجہ سے اسے دقیانوسیت یا بدعت کہنے لگے ہیں جبکہ برسہا برس سے یہ دستور یا یہ اجتماعیت ہم آہنگی باہمی احترام اور وسیع النظری پیدا کرتی ہے اوراس سے سماج میں ایسی صحت مند روایات قائم ہوتی ہیں جن سے بھائی چارے کو فروغ ملتا ہے۔

یہ ہیں کچھ نکات جنھیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں بلاغت کا جوش ہے فصاحت کی مستی ہے۔ کبھی معلوم ہوتا ہے کسی مجاہد کی آنکھیں میدان محاربہ میں شرارے برسارہی ہیں۔ کبھی یہ احساس ہوتا ہے کہ کوئی ہمارے زخم دل پہ مرہم رکھ رہا ہے۔

کاش........ہمارے اندر اتنی فہم پیدا ہوسکے کہ ہم اسے پڑھ سکیں نشان راہ بناسکیں اس لئے کہ یہ ایسی کتاب ہے جس کے بارے میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہوائیں چاہے کتنا ہی اپنا رخ بدلیں موسم تبدیل ہوجائے، سورج کی روش بدل جائے، سراب سے حباب پیدا ہو لیکن یہ وہ کتاب ہے جو ہر قید زمان ومکان سے بالاتر ہے۔ اس کا جلال وجمال مرد خدا کے کمال کی دلیل ہے۔ شاید یہ شعر کسی

حد تک اس کی بلندیوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

حوالے:

۱۔ ترجمہ نہج البلاغہ از علامہ سید ذیشان حیدر جوادی مرحوم ص ۵۷۳
۲۔ ترجمہ نہج البلاغہ از علامہ سید ذیشان حیدر جوادی مرحوم ص ۵۷۵
۳۔ ترجمہ نہج البلاغہ از علامہ سید ذیشان حیدر جوادی مرحوم ص ۵۷۷

نہج البلاغہ کے ترجموں کا اجمالی تجزیہ